© rasailojaraid.com

شادی کی سالگرہ

سوال: گزارش ہے کہ مجھے دین کی روشنی اور قرآن و حدیث کے حوالے سے ایک سوال کا جواب درکار ہے۔ اُمید کرتی ہوں کہ آپ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔ یومِ پیدایش یا شادی کی سالگرہ رسم کے طور پر منانا کہاں تک جائز ہے؟ اس رسم کو کرنے والا (جو ایک دین دار گھرانہ بھی ہے) صحیح راستے پر ہے یا اس کو پوری قوت سے انکار اور ختم کرنے والا درست راستے پر ہے؟ اگر اس رسم پر عمل سے انکار کرنے پر جسمانی یا ذہنی اذیتیں ملتی ہیں اور مل رہی ہیں تو کیا اس کا اجر ہے یا نہیں؟ اس رسم کو کس قوم نے جاری کیا تھا یا کیا ہے؟

جواب: شادی کی سالگرہ اور یومِ پیدایش (birthday) منانے کا اسلام کے مزاج اور تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلام نہ ایسے کاموں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور نہ ایسے کاموں میں اپنے پیروؤں کے مال اور قوتوں کو صرف کرنا پسند کرتا ہے۔ بے شک یہ صحیح ہے کہ شادی کی سالگرہ یا یومِ پیدایش منانا کوئی ایسا منکر نہیں ہے کہ جس کے خلاف فتوے دیے جائیں یا اس کو مٹانے کے لیے مومنوں کو جہاد کے لیے منظم کیا جائے۔ لیکن بہرحال یہ سوچنا ضرور چاہیے کہ جس چیز کو اسلام نے کوئی مقام اور اہمیت نہیں دی ہے، جس کا ہماری دینی تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ہے، آخر ایسے کاموں میں اپنی قوتیں اور وسائل کھپانے اور تقریبات کا موضوع بنانے پر اصرار کیوں ہے؟

ہمارا یہ پختہ ایمان اور عقیدہ ہے کہ روے زمین پر انسانی تاریخ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عظیم ہستی نہ آج تک پیدا ہوئی ہے اور نہ رہتی دُنیا تک پیدا ہوسکتی ہے۔ آپؐ کی عظمت و کمال کا خلاصہ یہ ہے کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس بنیادی اور کھلی حقیقت میں جس کسی کو ذرا سا بھی شبہہ ہو، وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔

یومِ پیدایش منانے کی شریعت میں کوئی بھی حیثیت ہوتی تو بلاشبہہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے زیادہ مستحق تھے کہ آپؐ کا یومِ پیدایش منایا جاتا۔ دورِ رسالتؐ میں، دورِ خلافت راشدہؓ میں ایک عظیم تقریب کی حیثیت سے سرکاری طور پر اس کے منانے کی ہدایات اور ثبوت ملتا۔ لیکن صحابہ کرامؓ تو اس بحث سے اس قدر بے تعلق رہے یا اس درجہ یہ چیز نظرانداز کی گئی کہ ہماری تاریخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متعین طور پر یہ بھی نہیں بتاتی کہ آپؐ کا یومِ پیدایش ۹ربیع الاوّل، ۱۲ ربیع الاوّل یا ۱۷ ربیع الاوّل ہے____ اگر دین میں اس کا واقعی کوئی مقام ہوتا، اور ملّت میں اس کا تعامل رہتا تو یومِ پیدایش کی تاریخ اسی طرح متعین ہوتی، جس طرح حج کی تاریخیں متعین ہیں اور پورا عالمِ اسلام حج کی تاریخوں پر متفق ہے۔

پھر ہمیں کوئی سند نہیں ملتی کہ اللہ کے آخری رسولؐ نے کبھی شادی کی سالگرہ منائی ہو، جب کہ رسولؐ کی زندگی کو ہمارے لیے قرآن میں اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے اور آپؐ کی پوری زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہے۔ مغربی تہذیب سے متاثر بلکہ مرعوب ذہن نہ جانے اپنی روایات کے سلسلے میں اس درجہ احساسِ کم تری کا کیوں شکار ہیں اور کیوں اس خبط میں مبتلا ہیں کہ مغربی تہذیب کی کچھ باتوں کو اپنا کر اور اپنے 'روشن خیال' ہونے کا اس طرح ثبوت دے کر ہی وہ معاشرے میں قابلِ احترام اور قابلِ عظمت ہوسکتے ہیں۔ احساسِ کم تری کے مریض، احساسِ برتری کی نمایش کر کے اپنے مرض کو چھپانے کی بھونڈی اور مضحکہ خیز کوشش کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو قوم اپنے نظریات، اپنے ورثے اور اپنی روایات اور اقدار کی قدر نہیں کرتی، وہ دنیا میں کبھی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھی جاسکتی۔ مرعوب ذہن کے ساتھ دوسروں کی نقالی کرنے والی قوم اپنے زوال کا مرثیہ تو پڑھ سکتی ہے، لیکن اس نقالی کے عمل سے وہ رفعت و عظمت کا کوئی مقام حاصل کرلے؟ یہ سراسر دھوکا اور خود فریبی ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ بعض صوم و صلوٰۃ کے پابند لوگ بھی، جو اپنے دین کی قدروں سے اور اس کے مکمل تصور سے ناآشنا ہوتے ہیں، وہ ان مراسم کا بھی اہتمام کرتے ہیں اور نماز روزے کی پابندی کرتے ہوئے اس غلط فہمی کا بھی شکار رہتے ہیں کہ ہم دین دار ہیں اور روشن خیال بھی۔ اس سے بڑھ کر وہ ان لوگوں کو تاریک خیال، مُلّا اور رجعت پسند سمجھتے ہیں، جو ان چیزوں کو بے ضرورت قرار دیتے ہیں۔ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا ہے یہ بزعمِ خود روشن خیال لوگ، ایسے افراد کو ذہنی طور پر اذیتیں پہنچاتے ہیں اور اپنی زبان اور سلوک سے ان کی تحقیر و تذلیل بھی کرتے ہیں۔

اس معاملے میں تحقیر و تذلیل اور اذیت برداشت کرنے والے لوگوں کے ساتھ اللہ کا معاملہ کیا ہوگا؟ تو اس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ان کے طرزِ عمل میں حکمت، اخلاص اور نیک نیتی ہے یا محض ضد اور محض اپنے ذوقِ دین داری پر اصرار۔ اصلاح چاہنے والوں کا کام دوسروں کو خطاکار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثابت کر کے مطمئن ہونا نہیں ہے بلکہ سوز و حکمت کے ساتھ اصلاح کی کوشش کرنا ہے۔

اصل بات تو یہ ہے کہ ملّت کے اندر سے اپنے منصب اور خیر اُمہ ہونے کا شعور ختم ہوتا جارہا ہے۔ وہ دوسری خود رو اُمتوں کی طرح ایک قوم بن کر رہ گئی ہے۔ اگر یہ شعور زندہ ہو کہ اللہ نے اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی رہنے والی ایک داعی اُمت کی حیثیت سے اُٹھایا ہے، تو اس کی قوتیں اور توانائیاں یقیناً اپنے اصل مثبت کام میں لگی رہیں اور اس طرح غیر ضروری بحثوں اور اُمور میں قوتیں کھپانے اور ایسے مظاہرے کرنے کا موقع ہی نہ ملے کہ ایسے سوالات پیدا ہوں۔ ضرورت ہے کہ اس داعی اُمت کو دعوت الی الخیر کے منصبی فریضے پر لگایا جائے اور اس کا جینا اور مرنا اسی کام کے لیے ہو، تو اللہ گواہ ہے کہ دنیا کا نقشہ ہی بدل جائے۔ (مولانا محمد یوسف اصلاحی)

مباح چیزوں کی نذر ماننا

سوال: میں نے نذر مانی تھی کہ میں اپنے بیٹے کی صحت یابی کے بعد ایک شان دار پارٹی دوں گی۔ اس کے بعد میرے ماموں ۱۰ سال کے لیے جیل چلے گئے اور میں ۱۰ سال تک یہ نذر پوری نہ کرسکی۔ کیا اب میں یہ نذر پوری کروں یا ممکنہ اخراجات کے برابر رقم صدقہ وغیرہ کروں؟

جواب: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نذر ان چیزوں کی ماننی چاہیے جن میں اللہ کی عبادت، اس کی خوش نودی اور تقرب کا پہلو موجود ہو، مثلاً: نمازیں پڑھنا یا روزے رکھنا وغیرہ۔

پارٹیاں دینے یا اس جیسے کسی دوسرے مباح کام کی اگر نذر مانی ہے، تو اس ضمن میں علما کی دو طرح کی آرا ہیں: ایک یہ کہ اس نے جو اور جس شکل میں نذر مانی ہے وہی پورے کرے گا، اور دوسری یہ کہ قسم کا کفّارہ ادا کرے، یعنی دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا غلام آزاد کرے۔ ایسا نہیں کرسکتا تو تین دن روزے رکھے۔ علماے کرام نے ان دونوں صورتوں کا اختیار دیا ہے۔ اب آپ ان میں سے کوئی بھی ایک شکل اختیار کریں۔ (علامہ یوسف القرضاوی)

© rasailojaraid.com